نگاہ اولین

الیکشن اور ہمارا قومی فریضہ

مدیر التحریر

اللہ رب العزت نے اپنے خاتم النبیین ﷺ اور آپ کے جاں نثار اصحاب کرام ﷡ کو فتح ونصرت سے ہمکنار کر کے مثالی اسلامی ریاست قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ پھر اس مبارک سلسلے کو قائم رکھنے کے لیے خلفاءِ راشدین ﷡ کے امانت دار ہاتھوں میں زمام اقتدار دینے کا وعدہ فرمایا: ﴿وَعَدَ اللهُ الذينَ امَنُوا مِنكم وعملُوا الصّٰلحٰتِ لَيَستَخلِفَنَّهُم في الأرضِ كما استخلفَ الذينَ مِن قبلِهم ولَيُمَكِّنَنَّ لهم دينَهم الذى ارتضٰى لهم ولَيُبَدِّلَنَّهُم من بعد خوفِهم أمنًا يعبدونَني لا يشركونَ بي شيئًا ومَن كفرَ بعدَ ذٰلكَ فأولٰئكَ همُ الفٰسقون ○﴾ [النور: ۵۵] ''آپ میں سے ایمان اور عمل صالح سے مالا مال اصحاب کرام ﷡ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے کہ ضرور بضرور انہیں زمین میں خلافت عطا فرمائے گا، جیسے کہ ان سے پہلے بھی (اچھے لوگوں کو انبیاء کرام علیهم السلام کی) جانشینی سے نوازا تھا۔ اور ضرور بضرور اللہ ان کے لیے پسند کردہ دین کو ان کے ہاتھوں استحکام و قوت بخشے گا اور ضرور بضرور انہیں خوف کے بعد امن وامان عطا فرمائے گا۔ وہ صرف میری عبادت بجالائیں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور جو کوئی اس کے بعد ناشکری کا مرتکب ہوا تو وہی لوگ فاسق ہیں۔''

اس وعدۂ الٰہی کی حقانیت حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، اور علی مرتضیٰ ﷡ کے ذریعے منظر عام پر آئی۔ حضرت حسن ﷜ بھی اس کے مصداق بنے۔ اس کے بعد ... سال تک حضرت امیر معاویہ ﷜ عالم اسلام کا پہلا بادشاہ رہا۔ درمیان میں کچھ تلخ واقعات بھی پیش آئے، مگر بحیثیت مجموعی بہترین مثالی نظام قائم رہا۔ صحابہ کرام ﷡ کی حکومت گزرنے کے بعد بھی تھوڑے بہت فرق کے ساتھ خیر کا غلبہ رہا۔ اس دوران حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت کو بالاتفاق خلافت راشدہ کی طرح مثالی قرار دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جس قدر وسیع ترین حکومت کی نوید سنائی تھی، وہ بنی عباسیہ کے دور میں کمال کو پہنچ گئی؛ جبکہ مشرق سے مغرب تک تمام عالم اسلام ایک ہی قریشی بادشاہ کے تحت تھا۔اور کرہ ارضی پر مملکت اسلامیہ واحد سپر پاور تھی۔مگر حکمران ذاتی لحاظ سے منشائے نبوی کے عین مطابق تھے، نہ اس کا طریق کار اسلام کے طے کردہ منہج کے مطابق تھا۔

حکمرانی کا حقدار نبی اکرم ﷺ کے مقدس فرمان کے مطابق علوم قرآنی میں سب سے زبردست عالم ہے۔حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**يَؤُمُّ القومَ أقرؤُهُم لكتابِ اللهِ ، فإن كانوا في القراءةِ سواءً فأعلمُهم بالسنةِ ، فإن كانوا في السنةِ سواءً فأقدمُهم هجرةً ،فإن كانوا في الهجرةِ سواءً فأكبرُهم سنًا. ولا يُؤمُّ الرجلُ في سلطانِه ولا يُجلَسُ على تكرمتِهِ إلا باذنِه .**" [صحيح مسلم كتاب المساجد باب من أحق بالإمامة ٥/١٧٢ ح ٢٩٠] "قوم کی قیادت کا حقدار وہ ہے جو کتابِ الٰہی کا سب سے بڑا عالم ہو، اگر علم قرآن میں برابری پائی جائے تو سنت نبویہ کا زیادہ علم والا ترجیح کا حقدار ہے۔اگر کتاب وسنت کے علوم میں برابری پائی جائے تو اللہ ورسول ﷺ کی راہ میں ہجرت کا شرف پہلے پانے والے کو (اسلام کے لیے پیش کردہ جانی ومالی قربانی کی بنیاد پر) ترجیح دی جائے۔اگر اس شرف میں بھی برابری پائی جائے تو عمر کے لحاظ سے بزرگ کو (عقلی پختگی اور سنجیدگی کا معیار سمجھ کر) قیادت سونپی جائے۔اور کسی حکمران کی حکومت میں اس کی امامت کے لیے بڑھا جائے، نہ اس کی مخصوص نشست پر بیٹھا جائے؛ البتہ اس کی اجازت سے ایسا کیا جاسکتا ہے۔"

خلفائے راشدین سے لے کر آخری خلیفہ سلیم عثمانی تک اکثر حکمران امامتِ نماز کا فریضہ بھی بذات خود انجام دیتے رہے۔ بنی امیہ کا دور گزرنے تک علمائے دین اور فقہائے امت اچھے حکمرانوں کا خلفائے راشدین سے موازنہ کر کے ناراض اور نالاں رہتے تھے۔حتیٰ کہ امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے بنو عباسیہ کے دلفریب وخوشکن نعروں سے متاثر ہو کر عباسی انقلاب کی خوب حمایت کی۔ پھر جب عباسی بادشاہوں نے خلافت کے نام پر اپنی بادشاہت شروع کی تو بیچارے حامی علماء وزعماء کے حسین خواب پھر چکنا چور ہو گئے۔

اب ہم تو ان حکمرانوں کا موازنہ خلفائے راشدین ﷺ سے نہیں، خلافت کی بیخ کنی کرنے والے پہلے مسلم حکمران نام نہاد "اتاترک"، مصطفیٰ کمال پاشا اور اس کے بعد مسلط ہونے والے مغرب نواز حکمرانوں اور انہیں آئیڈیل قرار دینے والے پاکستان کے ڈکٹیٹروں سے کرتے ہیں، تو ہمیں خلفائے بنی امیہ وعباسیہ کا دور نہایت روشن اور قابل قدر نظر آتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ وہ حکمران تہائی رات تک تہجد میں آنسو بہاتے نہیں رہے ہوں گے۔ عیاشی کی ہوگی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اپنے زمانے کے کافر ممالک سے ڈکٹیشن نہیں لیتا تھا، کوئی بھی ان ممالک سے قوم کے نام پر سودی قرضے لے کر بیرونی ممالک میں جائیدادنہیں بنایا کرتا تھا۔

حضرت ثوبان ﷺ مولیٰ رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: " **إن اللهَ زوىٰ لِيَ الأرضَ فرأيتُ مشارقَها ومغاربَها، وإن أمتي سيبلغُ مُلكُها مازُوِي لِي مِنها.** " [مسند أحمد، أبوداؤد كتاب الفتن باب ذكر الفتن، ترمذي الفتن، باب في سؤال النبي ﷺ ثلاثا...... وقال :حسن صحيح وصححه الألباني] "**بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی اور میں نے اس کے مشرقی اطراف سے مغربی اطراف تک دیکھا۔ اور یقیناً میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچ جائے گی، جہاں تک مجھے سمیٹ کر دکھلایا گیا۔**"

حضرت صدیق ﷺ کے دور میں اندرونی فتنوں کا قلع قمع ہوا، تو خلافت فاروقی سے بیرونی فتوحات کا ایک زبردست دور شروع ہوا۔ اس دور میں پورے جزیرۃ العرب میں وہ مثالی امن وامان قائم ہوگیا، جس کی بشارت الصادق المصدوق ﷺ نے دی تھی: "**حیرہ سے اکیلی عورت جا کر بیت اللہ کا طواف کرے گی، اسے کہیں کوئی خوف وخطرہ نہیں ہوگا۔**" [صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام عن عدي بن حاتم ﷺ]

نسلی طور پر شرعی حکمران قریشی کو بنانا چاہیے، جیسے امیر معاویہ ﷺ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: " **إن هذا الامرَ في قريشٍ لايعاديهمْ أحدٌ إلا كبَّهُ اللهُ علىٰ وجهِه ما أقامُوا الدينَ.** " [صحيح البخاري، المناقب، باب ٢ مناقب قريش] "**بیشک یہ حکمرانی قریش میں ہوگی، جو بھی ان کی مخالفت کرے اسے اللہ اوندھے منہ گرادے گا، جب تک وہ دین اسلام کا**

نظام قائم رکھیں۔''

عملی طور پر اس حسب ونسب کا دعویٰ کرنے والے حکمران بار ہا اسلامی جمہوریہ پاکستان پر مسلط رہے ہیں، حتیٰ کہ پرویز مشرف، یوسف رضا گیلانی وغیرہ تو قریش میں سے بھی خانوادۂ نبوت سے نسبی تعلق کے دعویدار تھے۔ لیکن وائے ناکامی! خصوصاً اول الذکر تو ''اقامت دین'' کی شرط سے اتنا متنفر تھا کہ روشن خیالی کے نام پر دین کو منہدم کرنے میں کوشاں رہا۔ اس طرح کے ''سیدزادوں'' کے متعلق ایک تجزیہ نگار یہی کہہ سکتا ہے: ﴿إنّه ليس مِن أهلِك إنّه عَمَلٌ غيرُ صالحٍ﴾ [هود:٤٦] ''یقیناً اس کا خانوادہ نبوت سے کوئی رشتہ نہیں؛ کیونکہ اس کا عمل اچھا نہیں ہے۔'' واللہ اعلم

ہماری زندگی میں صرف جنرل ضیاء الحق کو اقامتِ دین کی کوشش کرتے دیکھا گیا، لیکن وہ اسلام دشمنوں کا منہ بند کرنے کے لیے ''جمہوری'' راستے سے دین اسلام کے نظام کی راہ ہموار کرنا چاہتے تھے، اس لیے انہیں اس نیک مقصد میں کامیابی نہ ملی۔

الیکشن 2013ء میں حکومت سازی کے امیدوار سیاسی لیڈروں میں سے کسی سے بھی رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ معیار کے عشرعشیر پر پورا اترنے کی امید ہے نہ کسی کا دعویٰ۔ حتیٰ کہ بہت سے امیدواروں کو کاغذاتِ نامزدگی جمع کرنے پر ریٹرننگ افسروں کے ''بچگانہ'' دینی سوالات میں فیل ہونے کی نوبت آئی!!

قیام پاکستان کی تحریک میں ''اقامتِ دین'' کے حوالے سے بہت بہترین مقاصد مقرر کیے گئے۔ مسلم لیگ کے جلسوں میں نہایت قابل قدر تقریریں کی گئیں اور شاندار قراردادیں پاس ہوئیں۔ علامہ اقبال اور مسٹر محمد علی جناح کے فرمودات میں بہت خوبصورت عبارتیں ملتی ہیں۔ قوم کو نہایت مقدس نعرہ دیا گیا: ''پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالٰہ الا اللہ''

لیکن آزادی ملتے ہی انگریز کے پٹھوؤں نے تمام وعدوں، قراردادوں اور نعروں کو بھلا کر انگریز سامراج کے خودساختہ قانون ''گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ 1935ء'' کو ہی ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' پر مسلط کردیا۔ جو ''اسلامی'' ہونا تو درکنار! ''جمہوری'' بھی نہیں تھا۔ اس لیے کہ اس وقت وطن عزیز کی 100 فیصد آبادی اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تڑپتی تھی۔ جس کی خاطر بیچاروں نے بے تحاشا مصائب جھیلے

تھے۔مگر سیاسی لیڈروں نے عوام کی نیک خواہشات پر پانی پھیر دیا۔

اب تو رب العالمین کا نازل کردہ ''اسلامی نظام'' نہیں ،صرف منتخب عوامی نمائندوں کا بنایا ہوا ''جمہوری نظام'' ہی اس ملک کا نصب العین قرار دیا جاتا ہے۔لیکن یہی خودساختہ غلط نظام بھی قوم کو حاصل نہیں۔ غالباً یہ اسلام کے ساتھ کیے گئے اس خطرناک اجتماعی مذاق کی سزا ہے کہ پاکستان میں کبھی صحیح ،آزادانہ اور منصفانہ انتخابات نہیں ہوئے۔وڈیرے اپنے کسانوں سے جبری ووٹ لیتے ہیں، دہشت گرد پارٹیاں کلاشنکوف کے بل پر ووٹ لوٹتی ہیں،حزب اقتدار ملازمتوں اور ٹھیکوں کے ذریعے ووٹ خریدتے ہیں۔اور حزب اختلاف سبز باغ دکھا کر ووٹ مانگتے ہیں۔ رہی سہی کسر حکومت ساز پارٹی دیگر سیاسی پارٹیوں اور آزاد نمائندوں کے سستے ضمیروں کے سودے سے پوری کرتی ہے۔

اس طرح منتخب ہونے والے نمائندے اور حکومتی اراکین درحقیقت اقلیت کے پسندیدہ [illegible] ہیں۔ اکثر عوام بہت سے نمائندوں کو سابقہ تلخ تجربات،مشکوک کردار یا کرپشن وغیرہ کی [illegible] پر قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ایسے لوگ شرعاً بھی قوم کی قیادت کے اہل نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' **ثلاثةٌ لا يقبلُ اللهُ منهُم صلاةً: مَن تقدمَ قوماً وهم له كارهونَ......**'' [أبوداؤد عن عبدالله بن عمرو ؓ ،وصححه الألباني] ''نیز ارشاد فرمایا:'' **ثلاثةٌ لاتجاوزُ صلاتُهم آذانَهم ...... وإمامُ قوم وهم لهُ كارهونَ**''[الترمذی عن ابی امامة ؓ وحسنه الترمذی والألبانی] ''تین قسم کے لوگوں کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی......(جن میں سے) ایک ایسا قومی لیڈر ہے،جس سے لوگ نفرت کرتے ہیں۔''

اس فرمان نبوی میں قوم کی پسند کے خلاف ان کی قیادت کرنے والے حکمرانوں کی نمازیں سزا کے طور پر قبول نہ ہونے کی وعید بیان فرمائی گئی ہے۔موجودہ مادی دو[illegible]ں ہمارے حکمرانوں کی دین سے بیزاری کی بدولت ہمیں مسجدوں کے اندر اس معیار کو قائم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

بہرحال موجودہ حالت میں قوم کو یہ شعور دینے کی ضرورت ہے کہ ووٹ ایک عظیم امانت ہے،جس کے ذریعے ووٹرا پنے اختیارات کسی کے سپرد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إنَّ اللهَ يأمرُكم أن تؤدُّوا الأماناتِ إلَى أهلِها وإذا حكمتُم بينَ الناسِ أنْ تحكمُوا بالعدلِ﴾ [النساء: ٥٨] ''بیشک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں حقدار کے حوالے کر دیں اور لوگوں کے درمیان عدل وانصاف سے کام لیں۔''

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ ووٹ ایک گواہی بھی ہے، کہ فلاں شخص یا اس سے منسلک پارٹی قوم کی صحیح نمائندگی کا اہل ہے۔ ووٹ دینے والا جب متعدد امیدوار افراد یا پارٹیوں میں سے ایک کو اپنے ووٹ کا حقدار قرار دیتا ہے، تو یہ عملاً اس کی گواہی ہے کہ فلاں کے مقابلے میں فلاں آدمی ہماری نمائندگی اور قیادت کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر وہ اس کی نگاہ میں دیانت داری، اخلاص اور قابلیت وصلاحیت یا سابقہ تجربات کی روشنی میں اس کا اہل ہو، تو اس کی گواہی اپنے طور پر درست ہوگی۔

اگر ووٹ دینے والا یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت فلاں امیدوار شخص یا پارٹی ملک وقوم کے ساتھ مخلص نہیں ہے؛ لیکن وہ اپنے کسی ذاتی مفاد یا تعصب کی بنیاد پر اس کے حق میں اپنا ووٹ استعمال کرتا ہے، تو ایسا شخص خیانت کے ساتھ ''جھوٹی گواہی'' کا بھی مرتکب ہے۔

حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مجلس سے خطاب کر کے فرمایا: ''کیا میں آپ لوگوں کو آگاہ نہ کروں کہ کبیرہ گناہوں میں سے بھی زیادہ سنگین گناہ کون سا ہے؟ پھر آپ ﷺ نے خطرناک ترین گناہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔ (۲) والدین کی نافرمانی کرنا۔'' ابوبکرہ کا بیان ہے کہ اس دوران آپ ﷺ ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، پھر (تیسرے گناہ کی سنگینی پر زیادہ زور دیتے ہوئے) سیدھے بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا: ''(۳) خبردار! جھوٹا دعویٰ اور جھوٹی گواہی، خبردار! جھوٹا دعویٰ اور جھوٹی گواہی، خبردار! جھوٹا دعویٰ اور جھوٹی گواہی!......!'' صحابی کہتا ہے: یہ فقرہ اتنی بار دہرایا کہ ہم نے آپ ﷺ کی طرف سے سکوت فرمانے کی خواہش کی۔ [بخاری، کتاب الأدب باب ٦ عقوق الوالدين من الكبائر، مسلم، كتاب الإيمان باب الكبائر وأكبرها]

❁❁❁❁❁❁❁